Regd, No, 942

R. No. 218657

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت
۲۲-۱۵-۱۹۶۱

ٹیلی فون - ۲۹
قیمت تین پیسے سالانہ
فی پرچہ دس نئے پیسے

۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء	ایڈیٹر - آل احمد سرور	جلد ۲۲ - شمارہ ۲۸

محمد انصار اللہ نظر

مشاعرہ مرزا محمد تقی ہوس

مرزا محمد تقی ہوس کی شاعرانہ اہمیت معلوم و مسلم ہے۔ لکھنؤ میں ۱۱۶۸ھ[1] میں پیدا ہوئے، میر حسن اور مصحفی جیسے استادوں سے فیض پایا۔ مصحفی ان کی بابت لکھتے ہیں۔

"جوانیست بزیور فضل و کمال آراستہ، درحال
مہذب الاخلاقی پیراستہ، محامد خاندان عالیہ الشان از
روے حسب و نسب محتاج بشرح و بیان نیست
... عمرش از چہل متجاوز خواہد بود؟"

مرزا صاحب نے شعر و سخن کی ایک محفل بھی آراستہ کی، اس مشاعرہ کا ذکر مصحفی نے اپنے تذکرہ میں کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مشاعرہ کی تمام غزلیں مرزا محمد علی بیگ نام ایک شخص نے لکھ لی تھیں اور یہ کتاب بھی ریاض الفصحا کے ماخذ[2] میں سے ایک تھی۔ ہوس کے اس مشاعرہ میں اکثر نو عمروں نے شرکت کی تھی، معلوم نہیں کہ اس دور کے اساتذہ مثلاً رنگین اور انشا وغیرہ اس میں شریک ہو سکے تھے یا نہیں، جو شعرا شریک تھے اور جن کی طرحی غزلیں ہمارے[3] سامنے موجود ہیں، درج ذیل ہیں :-

"میرزا حجوی عاشق برادر آغا تقی صاحب ... غزلے کہ در اجتماع مشاعرۂ مرزا تقی ہوس خواندہ شدہ بود او ہم دراں فکر دہ
.... عمرش تخمیناً چہل سالہ بود" (۵ شعر) مطلع :-

نہ کھو دو سنبل مشکیں کو روئے رشک گلشن پر
شب دیجور کو ترجیح ہوگی روز روشن پر

"فناں[4] احوالش معلوم نیست گر ایں قدر کہ ایں ہم شریک آں مشاعرۂ عظیم الشان مرزا تقی ہوس بودہ" (۳ شعر) مطلع :

کمر باندھی ہے کس گل چہرہ نے تاراج گلشن پر
کرفتی ہے رنگ گل بلبل طپاں ہے اپنے خرمن پر

"محسن[5] تخلص برادر زادہ خواجہ حسن کھاری ... او ہم بطریق ندرت بہ مشاعرہ مرزا تقی ہوس آمدہ، دریں زمین ایں غزل خواندہ بود" (۴ شعر) مطلع :-

نگاہ مت بے تامل تیغ ظالم میری گردن پر
رہیں گی حشر تک چھینٹیں لہو کی تیرے دامن پر

"تبسم[6] .... در مشاعرہ مرزا تقی ہوس .... او ہم دریں زمین طرحی ایں غزل خواندہ بود از کتاب مشاعرۂ مرزا محمد علی بیگ ایں چند شعر انتخاب کردہ نوشتہ شد" (۴ شعر) مطلع :-

سدا خورشید کو ہو رشک جس کے روئے روشن پر
فرنگیوں کر جھکائے سر نہ اس کے نعل توسن پر

مصحفی کے تلامذہ بھی اس مشاعرہ میں شریک تھے چنانچہ احمد[7] منشی محمد احمد خلف منشی اسحاق خاں متوطن لاہور کے چند شعار ریاض الفصحا میں درج ہیں، اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال کے قریب تھی۔ (۵ شعر) مطلع :-

خیال مہر تاباں گر ہے اس کے روئے روشن پر
تو پھر خط شعاعی کا گماں پڑتا ہے چلمن پر

مصحفی کے علاوہ دوسرے اساتذۂ لکھنؤ کے شاگردوں نے بھی مشاعرہ میں شرکت کی تھی مثلاً ذہین[8] شاگرد لالہ چھنولال طرب کے تین شعر مصحفی نے نقل کیے ہیں، اس وقت ذہین کی عمر ۱۶ برس کی تھی۔ مطلع :-

کوئی نازو ادا پر غش ہے کوئی اس کی چتون پر
ذہین اک ہم فقط لپٹے ہیں اس کے دامن پر

ناسخ بھی اس وقت تک اساتذہ میں شمار ہونے لگے تھے ان کے شاگردوں نے مذکورہ زمین طرحی میں غزل کہی تھی۔

"اعجاز[9] نواب اصغر علی خاں" (۴ شعر) مطلع :-

نہ تھا ربط چمن مجھ کو خزاں آئی جو گلشن پر
صبا نے خاک اڑائی خوب سی میرے مدفن پر

---

[1] ریاض الفصحا مولفہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی مطبوعہ (= ریاض) ۳۶۶، ۳۴۳، ۳۴؛ گلشن بے خار مولفہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ (= شیفتہ) ۲۴۱، گلستان بے خزاں مولفہ حکیم قطب الدین باطن (= باطن) ۲۰۴، تذکرۂ آب بقا مولفہ خواجہ عبد الرؤف عشرت (= بقا) ۱۳۶ تا ۱۳۹، تذکرۂ نادر مولفہ نواب کلب حسین خاں نادر (= نادر) ۱۸۰ وغیرہ۔ [2] ہوس لکھنوی از عابد پیشاوری مطبوعہ نیا دور جون ۱۹۶۳۔ [3] ریاض ۳۷۶

[4] ریاض ۳۱۹، ۳۲۰ [5] ریاض ۳۰۳ تا ۳۰۴ [6] ریاض ۲۱۱، اردو ادب

خطبۂ صدارت

جسے جناب خان بہادر الطاف حسین صاحب خیری صدر انجمن نے ۲۲ جون ۱۹۶۳ء کے سالانہ اجلاس انجمن ترقی اردو راجستھان میں ارشاد فرمایا۔

محترم حضرات!

سال گزشتہ کی رپورٹ جنرل سکریٹری صاحب نے ابھی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ مجھے خود دو تین ہی باتیں عرض کرنی ہیں۔ ۲۰ مئی ۱۹۶۲ء کو انجمن ترقی اردو راجستھان کا جو سالانہ جلسہ ہوا تھا اس میں اتفاق رائے سے ایک تجویز پاس کی گئی تھی جو مختصراً یہ تھی کہ حکومت ہند سے درخواست کی جائے کہ وہ ایک کمیشن مقرر کرکے اس کی تحقیقات کرائے کہ اردو کو اس کے جائز حقوق کیوں نہیں ملے اور اب کیا قانونی و دیگر اقدامات کیے جائیں کہ دستور ہند کی رو سے اور پارلیمنٹ کی منظور کردہ پالیسی کی رو سے جو حقوق اردو بولنے والی لسانی اقلیت کو حاصل ہیں وہ اس کو عملاً مل جائیں۔

اس تجویز کا اردو میں ترجمہ کرا کر ایک مفصل خط کے ذریعہ حکومت ہند کو بھیجا گیا اور بعض مرکزی وزرا کو بھی توجہ دلائی گئی اور میں خود دلی جا کر مرکزی وزیر برق آپ سے ملا اور ان سے استدعا کی کہ وہ جو ممکن کوشش کر سکتے ہوں کریں۔ علی گڑھ مرکز کو بھی لکھا گیا کہ وہ بھی اپنے طریقے سے کوشش کریں۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ نومبر ۱۹۶۲ء میں ایک کل ہند اردو کانفرنس جے پور میں کی جائے اور اس میں اس سوال کو اٹھایا جائے۔ کانفرنس کے سلسلہ میں اہل جے پور نے اور راجستھان کے دیگر مقامات کے اردو دوست احباب نے جو تعاون کیا اور چندہ دیا میں بحیثیت صدر انجمن ان سب اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

چینی جارحیت اور ہنگامی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے نومبر ۱۹۶۲ء میں کانفرنس ملتوی کی گئی اور چندہ کو محفوظ کر دیا گیا۔ امید ہے کہ آئندہ موسم سرما میں حالات سازگار ہونے پر کانفرنس منعقد ہوگی اور اس میں سب اردو دوست مل کر غور کریں گے اور طے کریں گے کہ اردو کی بقا اور ترقی کے لیے کیا کرنا چاہیے۔

اس اثنا میں سب سے اہم مسئلہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کا ہے۔ اگر اردو باقی رہ سکتی ہے تو اسی صورت میں کہ جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے وہ اپنے بچوں کو لازمی طور سے شروع میں اردو پڑھائیں۔ اگر حکومت نے جو شرط تعداد طلبا یا طالبات کی بابت لگائی ہے وہ پوری ہوتی ہے تو کوشش کرکے اصرار کرکے بچوں کی ابتدائی تعلیم کا اردو کے ذریعہ سرکاری اسکولوں میں انتظام کرائیں اور اگر شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے سرکاری اسکول میں انتظام نہیں ہو سکے تو کسی مکتب میں یا پرائیویٹ اسکول میں یا گھر پر اپنے بچوں کو اردو پڑھوائیں مگر پڑھوائیں ضرور۔

ابتدائی درجوں کے بعد بھی بچوں کی اردو کی تعلیم کا اہتمام کریں۔

سہ لسانی فارمولے کے تحت ریجنل یا سرکاری زبان کے علاوہ مادری زبان پڑھائی جائے گی۔ جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے وہ قطعی طور پر مادری زبان اردو لکھوائیں اور اپنے بچوں کو اردو دلوائیں۔ اختیاری مضمون کی حیثیت سے جن درجوں میں یا جن اسکولوں میں اردو لی جا سکتی ہے وہاں ضرور بچوں کو اردو دلوائیں۔ اسی طرح کالج میں جہاں تک ممکن ہو ایسے بچوں کو جن کو شوق ہو اور جن سے امید ہو کہ وہ اردو میں دلچسپی لائیں گے ان کو اردو دلوائیں اور جب راجستھان یونیورسٹی میں ایم۔ اے میں اردو ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ تعداد میں لڑکے اور لڑکیاں ایم۔ اے میں اردو لیں۔

ہمارے جو مطالبات مان لیے گئے اور جن کی بابت احکام جاری ہو گئے ضرورت ہے کہ ہم ان احکام سے فائدہ اٹھائیں۔ مثلاً اپنی جائز شکایات کی بابت اردو میں درخواستیں دی جا سکتی ہیں تو اردو میں درخواستیں دیں۔ مرکزی اور ریاستی حکومت کو یا وزرا کو اردو میں خط لکھے جا سکتے ہیں جن کے جوابات اصولاً اردو ہی میں دیے جائیں گے تو ہم کو چاہیے کہ اردو میں خط لکھیں۔ بالخصوص ایسے احکامات جو اردو میں ہیں ان کی نقول حاصل کرنی ہوں تو اصرار کریں کہ ایسی نقول اسی رسم الخط میں دی جائیں جس میں اصل حکم ہے یعنی اردو میں۔

مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اپنی تقریبات شادی بیاہ وغیرہ کے بلاوے بھی لوگ اردو میں بھیجتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ یہ کیا احساس کمتری ہے؟

آخر میں میں جملہ عہدہ داران کا بالخصوص پنڈت اوتار نرائن صاحب نائب صدر اور مولوی احترام الدین صاحب شاغل جنرل سکریٹری کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ گزشتہ سال میں بھی پہلے کی طرح اردو کے لیے ان حضرات نے برابر اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اوتار نرائن صاحب نے باوجود اپنی علالت کے بیکانیر جا کر اردو کانفرنس کے لیے چندہ جمع کیا اور لوگوں کی ہمدردی اور تعاون حاصل کیا۔ مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی پنڈت صاحب اور مولوی صاحب اور تمام دیگر حضرات اسی جوش و خروش سے اردو کے لیے کام کرتے رہیں گے۔

ہماری زبان

۲۲ر جولائی ۱۹۶۳ء

جن سنگھ اور اردو

جن سنگھ بہرحال ملک کی ایک اہم جماعت ہے ہمیں اس کے بعض اصولوں سے اور اس کے عمل سے خاصا اختلاف ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ایک بہت بڑی تعداد اس پارٹی کی حامی ہے اور ملک کی سیاست پر اس کے خیالات اور اس کے طریقۂ کار کا اثر پڑنا بھی لازمی ہے۔ اس لیے ہمیں اس کا افسوس تھا کہ اردو کے سلسلے میں جن سنگھ کے علم برداروں کا ذہن صاف نہیں ہے اور وہ اردو کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، بلکہ اگر اردو کے حق میں آواز اٹھتی بھی ہے تو اُن کی طرف سے اس کی مخالفت ضرور ہوتی ہے اس لیے ہمیں جن سنگھ کے جنرل سکریٹری نانا جی دیش مکھ کا وہ بیان دیکھ کر جو معاصر 'دعوت' میں چھپا تھا اور جسے ہم نے 'ہماری زبان' کی ۸ر جولائی کی اشاعت میں نقل بھی کیا تھا، تھوڑی سی خوشی ہوئی۔ کچھ عرصے پہلے تک جن سنگھ کے علم بردار برابر یہ کہتے تھے کہ اردو بدیشی زبان ہے، ہندوستان میں اس کا کیا کام۔ شکر ہے کہ اس کے جنرل سکریٹری نے اب اس کا اعتراف کیا ہے کہ اردو غیر ملکی زبان نہیں، وہ ہندوستان میں پیدا ہوئی اور اس ملک کی ایک عظیم زبان ہے اس لیے ہم جنرل سکریٹری صاحب سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں

(۱) اگر یہ حقیقت ہے کہ اردو اس ملک کی ایک عظیم زبان ہے تو اگر اس عظیم زبان کی ترقی رُک گئی یا اس کے بولنے والے، پڑھنے والے اور لکھنے والے کم ہو گئے اور اس میں اچھا ادب کم پیدا ہونے لگا، اس کے اخبارات، رسالوں اور کتابوں کی تعداد گھٹنے لگی تو کیا یہ قوم کا نقصان نہیں ہوگا؟۔

(۲) اگر اردو ملک کی ایک عظیم زبان ہے تو کیا ہر سچے محبِ وطن کا یہ فرض نہیں ہے کہ اس زبان کی نہ صرف ترقی چاہے، بلکہ اس کی ترقی کے لیے وسائل فراہم کرنے میں مدد دے۔

(۳) اگر اردو ملک کی ایک عظیم زبان ہے تو جن سنگھ جیسی بااثر پارٹی نے جو حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہے، اب تک اردو کی حمایت میں کیا کیا ہے۔

(۴) اگر جن سنگھ کے ذمہ دار افراد یہ کافی سمجھتے ہیں کہ وہ زبانی اردو کے ایک ملکی زبان ہونے اور ایک عظیم زبان ہونے کا اعتراف کرلیں اور عملاً جہاں بھی اردو کو اس کے جائز حقوق دلوانے کی کوشش ہو رہی ہو، وہ اس کی مخالفت کریں، تو یہ بات کہاں تک مناسب ہے اور اس روش کو کیا نام دینا چاہیے۔

(۵) جن سنگھ کے جنرل سکریٹری نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ زبان اسلام کے ماننے والوں تک محدود ہو رہی ہے۔ اس میں کس کا قصور ہے؟ اردو کا یا اسلام کے ماننے والوں کا جو ایک قومی سرمایے کو سینے سے لگانے کے لیے تیار ہیں یا ان لوگوں کا جو تنگ نظری یا ناسمجھی کی وجہ سے اپنے بزرگوں کی میراث کو ٹھکرا رہے ہیں۔

(۶) یہ بھی کہا گیا ہے کہ فارسی رسمِ خط تک اسلامی تعلیمات کو محدود رکھنا ٹھیک نہیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اسلامی تعلیمات نہ صرف ہندی رسمِ خط میں، بلکہ ملک کی دوسری اہم زبانوں کے رسمِ خط میں بھی نشر کی جاتی ہیں۔ 'ہماری زبان' اردو زبان کا وکیل ہے، اسلامی تعلیمات کی وکالت کا فرض اس سے بہتر دوسرے انجام دے سکتے ہیں، لیکن اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اردو کو فارسی رسمِ خط تک محدود رکھنا ٹھیک نہیں تو اب یہ بات بھی صحیح نہیں رہی۔ اردو کی ہزاروں کتابیں ہندی رسمِ خط میں منتقل ہو گئی ہیں اور یہ رفتار برابر بڑھ رہی ہے۔ مگر ہندی رسمِ خط میں بھی اردو ادب کے منتقل ہونے کی بات اور ہے، آخر انھیں یا کسی اور کو اردو رسمِ خط سے کیوں چڑ ہے۔ یہ بھی ایک قومی رسمِ خط ہے اور اس کا بھی ملک پر اسی طرح حق ہے جس طرح کسی دوسرے رسمِ خط کا۔ اردو کی حمایت کرنا اور اس کے پرانے، عام اور خوب صورت رسمِ خط سے بیزاری کا اظہار کرنا عجیب بات ہے۔ ہاں اگر اردو کے سرمائے کو علاوہ اردو رسمِ خط کے ہندی یا رومن میں بھی منتقل کرنے کی نوبت ہو تو اس کی شاید ہی کوئی اردو دوست مخالفت کرے گا۔

کاش جن سنگھ کے ارباب حل و عقد اس قومی مسئلے کے ہر پہلو پر قومی نقطۂ نظر سے غور کرتے تو انھیں اردو کی حمایت کے ساتھ اس کے رسمِ خط کی مخالفت کی ضرورت پیش نہ آتی اور وہ اردو کی حمایت کا کوئی عملی ثبوت دینے پر بھی آمادہ ہوتے۔

ازبکستان کے طلبہ کو اردو ہندی سے دل چسپی

ماسکو عالمی تجارت کے ہندوستانی وزیر مسٹر منوبھائی شاہ سے یہاں ازبکستان کے وزرا کی کونسل کے نائب چیرمین مسٹر سرور عظیموف نے کہا کہ "ازبکی لڑکے اور لڑکیاں اردو ہندی پڑھنا چاہتی ہیں"۔ مسٹر شاہ نے کہا کہ "ہم کو خوشی ہوگی اگر ازبکستان کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہمارے عوام کی زبانوں کے بارے میں اپنا علم مکمل کریں"۔

تاس خبر رساں ایجنسی کے بیان کے مطابق مسٹر سرور نے کہا کہ ازبکستان میں ہر دس اسکولوں میں سے ایک اسکول میں ہندوستانی زبانیں طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں۔ دوسرے ماہرین کی طرح ہندی اور اردو پڑھنے والے ماہرین کو بھی اعلیٰ تعلیم دینے کے ادارے ہمارے یہاں موجود ہیں۔

شاخ انجمن علی گڑھ

انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کی مجلس عاملہ کا جلسہ ۷ جولائی ۱۹۶۳ء کو جناب مولانا فاروق احمد صاحب کے دولت کدہ پر منعقد ہوا اور حسب ذیل تجاویز بہ اتفاق رائے پاس ہوئیں:-

تجویز ۱۔ انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کا یہ جلسہ حکومت یوپی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حکومت ہند کی وزارت تعلیم کے مرتب کردہ فارمولا "سہ لسانی" کو عملی شکل اس طرح دے جو اس کی اصل روح ہے یعنی انگریزی اور ہندی کے ساتھ کوئی جدید ہندوستانی (موڈرن لنگویج) پڑھائی جائے اور اسکول اور کالجوں میں مذکورہ زبانوں کی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے۔

یہ جلسہ حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ ان جدید زبانوں میں اردو زبان کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام کرے جو اس ریاست کی دوسری سب سے بڑی زبان ہے اور جو قومی یک جہتی کا ایک روشن مینارہ ہے۔

تجویز ۲۔ ممبران مجلس عاملہ سے درخواست کی جائے کہ وہ یہ اطلاع فراہم کریں کہ شہر علی گڑھ میں کتنے بیسک اسکول ہیں نیز اردو تعلیم کے سلسلے میں وہاں کیا انتظامات ہیں۔

(محمد ابرار احمد جنرل سکریٹری)

انجمن ترقی اردو شاخ گیا

انجمن ترقی اردو شاخ گیا کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۲ جولائی ۱۹۶۳ء نے حسب ذیل تجویزیں منظور کی ہیں:-

تجویز نمبر ۱۔ انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخیں حسب ذیل مقامات میں قائم کی جائیں اگر پہلے سے موجود ہوں تو ان سے رابطہ قائم کر کے تنظیمی کاموں اور دیگر اہم مسائل کے سلسلے میں اقدام کیا جائے۔

(ضلع گیا) نوادہ، اورنگ آباد، جہان آباد، شیر گھاٹی، داؤد نگر، ٹکاری، کوچ، اروَل، ہلسا(؟)، کاکو، وزیر گنج، بارہ چٹی، امام گنج، رفیع گنج، اترا(؟)

تجویز نمبر ۲۔ (الف) طے پایا کہ اردو مکاتب، مدارس نیز مختلف علاقوں میں انجمن ترقی اردو کے کاموں کے سلسلے میں ضلع کے تمام سب ڈویژنوں میں مختلف افراد پر مشتمل جلد از جلد وفود بھیجے جائیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

۱۔ برائے صدر سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب سید گل حیدر صاحب، جناب ظہیر عالم صاحب

۲۔ " نوادہ سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب قاضی محمد حسین صاحب

۳۔ " جہان آباد سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب شیر شاہ شکیل احمد صاحب، جناب سید علی مظفر امام صاحب

۴۔ " اورنگ آباد سب ڈویژن (ضلع گیا) جناب نواب احمد سعید صاحب، قادری صاحب، سید مظفر نواب صاحب، جناب ڈاکٹر ظہور حسین صاحب، جناب مسعود احمد صاحب

(ب) مصارف سفر اراکین وفد رضاکارانہ طور پر خود برداشت کریں گے۔

(ج) یہ بھی طے پایا کہ ہر وفد اپنی تفصیلی رپورٹ ۲۰ اگست ۱۹۶۳ء تک لازمی طور پر صدر و سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ گیا کو دے دے۔

تجویز نمبر ۳۔ مجلس عاملہ انجمن ترقی اردو شاخ گیا ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن سے یہ استدعا کرتی ہے کہ اردو کے اسکولوں اور مکاتب میں جہاں کہیں اردو ٹیچرس کی کمی ہو جلد از جلد ان کی بحالی کی جائے۔

(سید ادیب حسن ادیب جوائنٹ سکریٹری)

برطانیہ کا پہلا اردو روزنامہ

برمنگھم کے اردو ہفت روزہ اخبار "ایشیا" کے منتظمین نے اعلان کیا ہے کہ عنقریب برمنگھم سے "ایشیا" نامی اردو روزنامہ شایع ہونے لگے گا۔ ہفتہ وار "ایشیا" گرمی سے برابر نکل رہا ہے۔

کیرل یونیورسٹی میں اردو کا ڈگری کورس

تری وندرم ۴ جولائی۔ پتہ چلا ہے کہ کیرل یونیورسٹی نے اردو کا چار سالہ ڈگری کورس شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جن طلبا نے اردو مضمون میں ایس، ایس، ایل سی اردو کا امتحان پاس کیا ہے وہی اردو ڈگری کے امتحان میں بیٹھنے کے مستحق ہوں گے۔ (یو۔ این۔ آئی) (الجمعیۃ)

سبک دوش استادوں کو اعزازی معاوضہ

نئی دہلی، ۱۶ جولائی۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے یونیورسٹیوں اور کالجوں کے مختلف شعبوں میں تعلیم اور ریسرچ کے کام میں مدد دینے کی غرض سے ۴۳ سبک دوش استادوں کو چار ہزار روپیہ سالانہ اعزازی معاوضہ اور ایک ہزار روپیہ سالانہ متفرقات کی مد میں دے کر سال رواں کے لیے منتخب کیا ہے۔ یہ امداد دو سال کے لیے ہے۔

اردو کے لیے ڈاکٹر منوہر سہائے انور اور سید مسعود حسن رضوی منتخب کیے گئے ہیں۔ (ہندوستان ٹائمز)

تیری (سلطان پور) میں اردو

محمد یوسف صدیقی صاحب نے "سیاست جدید" کے ذریعہ یہ خوش خبری مشتہر کرائی ہے کہ مسلسل جد و جہد کے بعد موضع تیری ضلع سلطان پور کے پرائمری اسکول میں ڈسٹرکٹ بورڈ نے اردو پڑھائے جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اس لیے تمام اردو داں حضرات کو چاہیے کہ کوشش کر کے اپنے بچوں کے لیے اردو تعلیم کا انتظام کرائیں۔

ڈاکٹر لوہیا اور ہندی

قومی آواز کے اسٹاف رپورٹر کا بیان ہے کہ ڈاکٹر لوہیا نے لکھنؤ کے ایک جلسۂ عام میں دوران تقریر ہندی اور انگریزی کے قضیے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اب بھی اپنی پرانی بات کو دہراتا ہوں کہ "ہندی جائے جہنم میں، پہلے انگریزی کو ملک سے نکالو" انھوں نے کہا میرے خیال میں من کے میل دور ہو جانے سے ایک دن ہندوستان کے تمام صوبوں میں ہندستانی بولی جائے گی اور اس فارمولے پر تمام دوسرے صوبوں کے عوام بھی متفق ہو جائیں گے۔

غزلیں

ایم اے عرشی انصاری

گلوں میں غنچوں میں سرو و سمن میں آگ لگی
بہار آتے ہی سارے چمن میں آگ لگی
جلا تو خاک کا ہر ذرہ جوئے شیر بنا
کچھ اس ادا سے دلِ کوہکن میں آگ لگی
تڑپ کے سوزِ وفا میں جلا جو پروانہ
تو جیسے شمع سرِ انجمن میں آگ لگی
نہیں ہے کوئی ذرا حق پکارنے والا
کچھ ایسی عالمِ دار و رسن میں آگ لگی
وہ ہم ہیں اب نہ رہے وہ دل میں پہلو کا
یہ کیسی جذبۂ حبِ وطن میں آگ لگی
جہاں کہیں مجھے دادِ سخن ملی عرشی
سخن وروں کے وہیں تن بدن میں آگ لگی

منتظر ہیں بہار آنے کے

(شاد عارفی)

ساتھ چلنا پڑا زمانے کے — ورنہ ہم تھے فریب کھانے کے
خس و خاشاک آشیانے کے — جیسے ٹکڑے کسی فسانے کے
انقلابوں کی رت ہے لیکن ہم — منتظر ہیں بہار آنے کے
"رہبروں" میں کچھ اور ہوں کہ نہ ہوں — "آدمی ہوں" بڑے گھرانے کے
"جس کو اخفائے حال کہتے ہیں" — وہی معنے ہیں "مسکرانے" کے
سو کی اک بات جانتے ہیں ہم — طور بے طور ہیں زمانے کے
ہوشمند و جو عافیت چاہو — "بہتر نہ ہونا" کسی دوانے کے
کان کیوں کھا رہا ہے اے زاہد — ہم نہیں ہیں ترے سکھانے کے
جام لبریز کی طرح کم ظرف — کہیں ہوتے ہیں منہ لگانے کے
ان کی خوبیں بتا رہی ہیں کہ وہ — تیر و مرزا ہیں اس زمانے کے

شاعرانِ وطن پرست ہی شاد
کام کرتے ہیں جیل جانے کے

ٔ صحیح بالکسر ہے (مدیر)
ٔٔ بہ اعتبارِ سادگی قابلِ اعتنا ہے۔

آفتاب شمسی

مہمان

تم کرن بھی ہو سنگین
رات جیا نک ہو گئی بھی
میں نے جب بھی اچھل اچھل تمناؤں کو [illegible]
آنسوؤں کے جلتے گلشن پر [illegible]
دل کا ہر رستہ تاسور
آنسو پہ نچھڑ کے بولا
کون آیا
یہ کس نے پیار بھرے لہجے میں [illegible]
کون آیا
یہ کیسی خشک سا بدن پر [illegible]
آشاؤں کے دریش سے شاید آیا ہو کوئی مہمان
پھر خود ہی یہ سوچ کے میں کی آنکھ بھر آئی
جانے مہمان تو واپس جانے کو آتے ہیں
غم کی وہ جیب نکلے [illegible]
[illegible]

سیدہ حرمت الاکرام

اس زمانے سے خفا ہم بھی ہیں — اس زمانے پہ فدا ہم بھی ہیں
زندگی کون ہمیں سمجھے گا؟ — کشتۂ رسم و وفا ہم بھی ہیں
کبھی آدم کی ہمیں بھی ہے تلاش — اپنی دنیا کے خدا ہم بھی ہیں
تیرگی کو ہے گلہ ہم سے بھی — اک خرابے کا دیا ہم بھی ہیں
جستجو کس کی ہے معلوم نہیں — سرگراں مثلِ صبا ہم بھی ہیں
دوسروں سے یہ سنا ہے کہ تری — ایک گم گشتہ ادا ہم بھی ہیں
ڈھونڈتے ہیں ترے دامن کی پناہ — واقفِ رازِ بقا ہم بھی ہیں
وہ ہمیں بھی کوئی فانوسِ جمال — ان کے چہرے کی ضیا ہم بھی ہیں

دوسروں سے ہو گلہ کیا حرمت
اپنے دشمن بخدا ہم بھی ہیں

(حسن جعفری)

روشِ غم ہے وہی دیدۂ پرنم ہے وہی
تو نہیں ہے تو تری یاد کا عالم ہے وہی
گل کی سوغات لیے کیفِ ملاقات لیے
روز ابر و شبِ مہتاب کا موسم ہے وہی
تیرے ہی شہر میں اے جانِ وفا دیکھ ذرا
کوچہ کوچہ مری رسوائی کا عالم ہے وہی
اس نے یوں پیار سے دیکھا تھا کہ اے وائے ستم
زخمِ دل آج بھی شائستۂ مرہم ہے وہی
راحتِ زلف لیے عشرتِ صد قرب لیے
پھر ترے لطف و پذیرائی کی شبنم ہے وہی

آزاد گلاٹی

ناکامیوں پہ اشک بہانے چلے تھے ہم — دل سے غبارِ درد مٹانے چلے تھے ہم
پلکوں پہ ٹمٹمانے لگے اشک کے چراغ — یادوں کے دیپ دل میں جلانے چلے تھے ہم
راہوں پہ اشک بن کے بکھرتی چلی گئی — جو داستان ان کو سنانے چلے تھے ہم
رستے تو خار زار وہاں آئے چھوڑ کر — راہوں پہ تیری پھول بچھانے چلے تھے ہم
ان ہی سے زندگی کے اندھیرے بڑھا گئے — راہوں پہ جن کی دیپ جلانے چلے تھے ہم

آزاد ان کے کوچے میں یوں زندگی ملی
جیسے انہی کے ناز اٹھانے چلے تھے ہم

فضا کوثری

ضبطِ غم کا جو حوصلہ ہوتا — ہر ستم ان کا دل ربا ہوتا
تم کو پا کر ہی مطمئن ہے حیات — ورنہ لطفِ حیات کیا ہوتا
حسن کا نام عشق ہی سے ہے — میں نہ ہوتا تو حسن کیا ہوتا
زندگی زندگی کہاں ہوتی — تجھ سے جب تک نہ رابطہ ہوتا

وہ تو گلشن میں آشیاں نہ رہا
ورنہ کیا کچھ نہ اس سے فضا ہوتا

نازش انصاری

غم بھی ترے حسین ہیں بالکل تری طرح — جی چاہتا ہے یونہی مری آنکھ نم رہے
دنیا نے بارہا ہمیں دیوانہ بھی کہا — لیکن غمِ حیات میں ثابت قدم رہے
خود کھلتی جائیں گی غموں کی حقیقتیں — گیسوئے عشق میں جو یہی طرح خم رہے
نجم و قمر جمال بہ دامن سہی مگر — اپنے بھی داغِ عشق کسی سے نہ کم رہے
[illegible]

مفتون کوٹوی

دردِ لب رہتا ہے اکثر کہ الٰہی توبہ — چوٹ وہ کھائی ہے دل پر کہ الٰہی توبہ
دل شکستہ نظر افسردہ طبیعت مغموم — کتنا بے کیف ہے منظر کہ الٰہی توبہ
ان کا دعویٰ وہ مسیحائی کا اللہ اللہ — حالِ بیمار وہ ابتر کہ الٰہی توبہ
قافلے کو ہے پھر آفت تباہی کے قریب — بدحواس ایسا ہے رہبر کہ الٰہی توبہ
اک ذرا عشرتِ منزل کا خیال آیا تھا — کھائی ٹھوکر یہ وہ ٹھوکر کہ الٰہی توبہ
شکوۂ جور پہ [illegible] مفتون — اٹھ گئے وہ بھی یہ کہہ کر کہ الٰہی توبہ

شاخ انجمن سنبھل پور

۷ جولائی ۱۹۶۳ء کی شام کو ۵ بجے مجلس انتظامیہ اردو پرائمری اسکول سنبھل پور کی طرف سے اردو اسکول کے لیے نئی عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں ایک عام جلسہ ہوا جس میں شری بیرن مترا نائب وزیر اعلیٰ اڑیسہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھے۔ جلسہ کی صدارت شری بن مالی بابو ایم۔ ایل۔ اے و صدر مجلس انتظامیہ نے کی۔ جلسہ کا آغاز جناب نبی بخش صاحب کے خطبہ استقبالیہ اور سپاسنامہ سے ہوا۔ جس کے جواب میں شری بیرن مترا نے اردو میں تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں اردو زبان و ادب سے ہمدردی و دلچسپی کا اظہار کیا۔ نیز حکومت کی طرف سے زیر تعمیر اسکول کے لیے مالی امداد بہم پہنچانے اور اسے سال بھر کے اندر پایہ تکمیل تک پہنچانے کا وعدہ کیا۔ مزید برآں آپ نے کہا کہ کسی اسکول میں اردو کے صرف دو ہی طالب علم کیوں نہ ہوں ان کے لیے حکومت کی طرف سے مدرس کا تقرر کیا جائے گا اور اردو کے طلبا کو ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

اسی طرح کا ایک جلسہ ۲۶ فروری کو منعقد کیا گیا تھا جس میں شری سوما ناتھ مسرا ڈپٹی کمشنر سنبھل پور نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی تھی۔ اور زیر تعمیر اسکول کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ مجوزہ اسکول کے لیے ستر ہزار روپے کی ضرورت ہے جس میں سے اب تک سولہ ہزار روپے صرف ہو چکے ہیں لہٰذا مزید رقم کی ضرورت تھی۔ آج کے جلسہ میں ریاض الدین صاحب نے دس ہزار کی رقم عطا کرنے کا وعدہ فرمایا نیز شری بی۔ این۔ مکر، چیرمین میونسپل کاؤنسل، سنبھل نے میونسپلٹی کی طرف سے کم از کم ڈھائی ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا۔

مجلس انتظامیہ کی طرف سے شری تارا چند ڈوگر نے مہمان خصوصی نائب وزیر اعلیٰ و دیگر حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔

کنور درگا سنگھ صدر انجمن ترقی اردو سنبھل پور

انجمن ترقی اردو کی شاخ آسام میں

شری دیو کانت برواہ وزیر تعلیم آسام کی کوٹھی پر ۸ جولائی کی شام کو انجمن کی شاخ قائم کرنے کے لیے میٹنگ منعقد ہوئی۔ ان اصحاب نے میٹنگ میں شرکت فرمائی۔

(۱) جناب فخر الدین علی احمد (وزیر مال)
(۲) بیگم فخر الدین علی احمد
(۳) کرنل ایس۔ ایس پنڈا
(۴) پروفیسر سید محمد رضوان شاہ
(۵) سید نقیب الرحمن
(۶) سید امداد علی
(۷) بیگم صفیہ احمد
(۸) شری ہیم کے۔ کے۔ برواہ (نائب وزیر تعلیم)
(۹) بیگم رشیدہ احمد
(۱۰) حمیدہ سلطان احمد
(۱۱) کرنل پی۔ ایچ لوتھرا
(۱۲) مسز دمستر قدوائی
(۱۳) جناب اشرف علی
(۱۴) جے۔ ڈی۔ بادیجہ
(۱۵) مظہر امام

حمیدہ سلطان نے تجویز پیش کی کہ برواہ صاحب دلی میں جو اردو کا گھر ہے آٹھ سال رہے ہیں۔ اردو سے برواہ صاحب کو محبت ہے اور اردو کے شاعروں اور ادیبوں سے وزیر تعلیم کی دوستی ہے۔ آسام شاخ کی صدارت کے لیے اگر برواہ صاحب کا نام تجویز کیا جائے تو بالکل مناسب ہوگا۔ اس تجویز کی تائید متفقہ طور پر کی گئی۔ برواہ صاحب کی صدارت میں کافی بحث مباحثہ کے بعد اجلاس نے طے کیا کہ آسام میں شاخ کے افتتاح کے موقع پر مشاعرہ بھی ہو۔ طے پایا کہ ۱۱ر اگست کو مشاعرہ گوہاٹی میں اور ۱۲ر کو شیلانگ میں ہو۔ صاحب صدر نے فرمایا حمیدہ سلطان آل احمد سرور جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند کو اس پروگرام سے مطلع کریں۔ صاحب صدر نے جن شعرا کو دعوت نامے مشاعرے کے لیے بھیجنے منظور کیے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت روش صدیقی
(۲) حضرت جمیل مظہری
(۳) جناب جگن ناتھ آزاد
(۴) جناب پرویز شاہدی
(۵) جناب جمیل اشاہی
(۶) جناب وفا ملک پوری
(۷) جناب او۔ ایس۔ احمد دوراں
(۸) جناب مظہر امام

یہ بھی طے پایا کہ ساحر لدھیانوی، شکیل بدایونی اور مینا کماری ناز کو حمیدہ سلطان خط لکھیں اور اس مشاعرے میں شرکت کی دعوت دیں۔ اس کے بعد صدر محترم نے حاضرین سے مشورہ کر کے نائب صدر، خازن، سکریٹری، جوائنٹ سکریٹری اور اراکین انتظامیہ کمیٹی کا انتخاب کیا۔

نائب صدر بیگم فخر الدین علی احمد۔ خازن کرنل پی۔ ایچ لوتھرا۔ سکریٹری پروفیسر رضوان شاہ۔ جوائنٹ سکریٹری نوکانت برواہ۔ اسسٹنٹ سکریٹری حبیب الرحمٰن۔

ارکان انتظامیہ کمیٹی:-

(۱) شری کے۔ پی ترپاٹھی (منسٹر)، (۲) جنرل شمشیر سنگھ
(۳) مسز کے۔ کے برواہ (نائب وزیر تعلیم) (۴) سید مظہر امام
(۵) شری جے دیال بادیجہ　　(۶) بیگم رشیدہ احمد
(۷) اشرف علی　　(۸) محمد سلطان

طے پایا کہ تین یا چار ممبر اور ایک جوائنٹ سکریٹری صدر محترم شاخ کے باقاعدہ افتتاح سے پہلے آسام صوبے کے ارباب علم و ادب سے مشورہ کر لیں۔ میٹنگ کے اختتام پر حمیدہ سلطان نے صدر محترم اور حاضرین مجلس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ مجھے بڑی مسرت ہے کہ آپ لوگوں کے تعاون سے آج آسام میں بھی اردو کی تحریک شروع ہو گئی۔ اردو محبت کی زبان ہے یقین ہے کام اور بڑے گا پھولے پھلے اور ...

معاصر

کشمیر میں اُردو

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں اردو تعصب اور تنگ نظری کی وجہ سے کس مپرسی کی منہ بولتی تصویر بن گئی ہے۔ اس کی ترقی کے دروازے تقریباً بند ہو رہے ہیں۔ سارے ملک میں لے دے کر جموں و کشمیر واحد ریاست ہے جہاں اردو کو ریاست کی آفیشل زبان قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہاں بھی سرکاری سطح پر اس زبان کی جو قدر و منزلت ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بخشی صاحب کی ذاتِ گرامی کے سوا کوئی ایسا مقتدر شخص نہیں جس نے اردو کے ساتھ دل چسپی کا کبھی اظہار تک کیا ہو۔ کابینہ کے وزیر اردو اخبارات کو منہ نہیں لگاتے۔ افسروں کی بات ہی نہیں وہ اردو کو پڑھنا اور لکھنا تو درکنار اس زبان کو بات چیت کا ذریعہ بنانا بھی کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ سارے محکمے خاص طور پر محکمۂ اطلاعات سارا کام انگریزی ہی میں کرتے ہیں۔ پمفلٹ وغیرہ، پریس نوٹ اور سرکاری سرگرمیوں اور اطلاعات کی زیادہ تر اشاعت انگریزی ہی میں ہوتی ہے۔ البتہ بعد میں مجبوراً کسی کا اردو ترجمہ کروا لیا جاتا ہے۔ اردو اخبارات اور رسائل کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ اس زبان کی ترقی کے لیے کسی اہم اقدام کا تو سوال ہی نہیں۔ نہ معلوم ریاست کے آئین میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت دینے سے کیا مراد تھی جب کہ اس زبان کا استعمال بتدریج کم ہی ہوتا جا رہا ہے۔ سرکاری محکموں کے تقریباً سبھی اشتہارات اخبارات میں انگریزی میں چھپتے ہیں۔ یہاں تک کہ اردو اخبارات میں بھی سرکاری اشتہارات انگریزی ہی میں چھپوائے جاتے ہیں۔ اس سے بھی بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اردو اخبارات میں بھی حکومت کے کاموں کی تشہیر کا ذریعہ انگریزی زبان ہی کو بنایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود اردو بے کرچی رہی ہے۔ ریاست جموں و کشمیر میں سرکاری سطح پر اردو کی ترقی کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا تھا لیکن اب تک اس طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اگر حکومت چاہے تو کشمیر میں اُردو کو آفیشل زبان بنایا جا سکتا ہے لیکن یہ کام کلچرل اکاڈمی کے تحت چند ایک کتابوں یا ایک عدد رسالے کی اشاعت سے ممکن نہیں۔ اس کے لیے سرکاری محکموں اور خاص طور پر محکمۂ اطلاعات اور محکمۂ تعلیم کے موجودہ طرزِ عمل اور سرکاری محکموں میں کام کرنے والے افسروں اور اہلکاروں کے طرزِ فکر کو بدلنا ہوگا۔ جب تک سرکاری سطح پر اردو کی ترقی کے لیے کوئی موثر کارروائی نہ کی جائے گی۔ ریاستی آئین میں اردو کو ریاست کی آفیشل زبان قرار دیے جانے کا فیصلہ بے مقصد اور کاغذی گھوڑے دوڑانے کے مترادف ہے اور مستقبل میں یہاں بھی اردو کا وہی حشر ہوگا جو ملک کے دوسرے حصوں میں ہو رہا ہے۔ (اداریہ آفتاب سری نگر)

اسرائیل میں ذریعہ تعلیم

ہندوستان نے اسرائیل سے سفارتی تعلقات تو قائم نہیں کیے لیکن بمبئی میں اسرائیل نے اپنا قونصل خانہ کھول رکھا ہے اس کی طرف سے ایک رسالہ NEWS FROM ISRAEL کے نام سے شائع ہوتا ہے اس کا ایک صفحہ سوال و جواب کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی تازہ اشاعت میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اسرائیل کے اسکولوں میں ذریعہ تعلیم کیا ہے؟ کیا وہاں مذہبی تعلیم لازمی ہے یا اختیاری اور مختلف مذاہب کے ماننے والے بچوں کے لیے مذہبی تعلیم کا انتظام کس طریقہ پر کیا گیا ہے؟ اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ

(۱) اسرائیل میں سرکاری طور پر مذہبی اور سیکولر دونوں طرح کے اسکول قائم ہیں یہودی والدین کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بچوں کو خواہ مذہبی اسکولوں میں تعلیم دلائیں یا سیکولر اسکولوں میں۔ ان اسکولوں میں ذریعہ تعلیم عبرانی زبان ہے۔

(۲) اسرائیل کے ایک تہائی بچے مذہبی اسکولوں میں اور دو تہائی بچے سیکولر اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

(۳) عرب بچوں کی تعلیم کے لیے ریاست میں ۳۰۴ اسکول قائم ہیں جن میں والدین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے عربی کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا ہے۔ یہ عرب والدین کی قدرتی خواہش ہے اور ان کی خواہش کو پورا کیا گیا ہے۔ عبرانی زبان ان بچوں کو چوتھے درجہ سے سکھائی جاتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے عرب طلبا کے لیے عبرانی زبان کا جاننا ضروری ہے۔

عربوں کے لیے عربی زبان

یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اسرائیل میں عرب بچوں کے لیے علیحدہ اسکول قائم ہیں جہاں عربی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے اور والدین کی قدرتی خواہش کا احترام کیا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں اسرائیل کو عربی زبان کے لیے یہ تکلف ہرگز نہ کرنا پڑتا اگر وہ تعلیم کے بارے میں ہندوستان کا شاگرد رشید بن جاتا۔ یہاں والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اردو زبان میں تعلیم دلائیں مگر اس کے لیے ٹال مٹول کا جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس کو بیان کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ زبانی جمع خرچ کچھ ہے اور عمل کچھ اور ہے۔ یہاں اردو کو ختم کرنے کے لیے مختلف عذرات تراشے گئے ہیں یعنی اردو غیر ملکی زبان ہے۔

پاکستان بننے کے بعد اُردو پاکستان کی زبان ہو گئی۔

اُردو کوئی زبان ہی نہیں۔

گر ہے تو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔

اُردو ہندی کی ایک شیلی ہے۔

اُردو کو دیوناگری میں نہیں فارسی رسم خط میں لکھا جاتا ہے۔

اُردو بولنے والوں کی اکثریت کسی علاقہ میں نہیں۔

اگر اسرائیل چاہے تو وہ اسرائیل سے عربی زبان کو ختم کرنے کے لیے ان عذرات سے بہت بڑا کام لے سکتا ہے۔

(الجمعیۃ)

ہماری زبان سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیے تاکہ فوراً جواب فوری کی جائے۔ (منیجر)

ترقی اردو بورڈ کراچی

ترقی اردو بورڈ نے اپنی ضخیم تاریخی لغت کی پہلی جلد مرتب کر لی ہے۔ دوسری جلد کے تقریباً ایک چوتھائی حصے کی تشریح نگاری بھی کی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ مادہ تمام جلدوں کے لیے الفاظ و اسناد کا ذخیرہ جمع کر لیا ہے۔ اس ذخیرہ میں تقریباً چھ لاکھ کارڈ شامل ہیں یعنی چھ لاکھ کے قریب مثالیں، الفاظ و محاورات کے استعمال کی جمع ہو گئی ہیں۔ اس سلسلے میں تقریباً دو ہزار کتابوں سے مدد لی گئی ہے مزید جستجو اور اخذ الفاظ و اسناد کے لیے مزید کتابوں کا مطالعہ جاری ہے مطالعہ کتب اور اخذ الفاظ کی مہم میں اب تک مستقل عملے کے علاوہ ۲۰۰ سے زائد بیرونی اصحاب سے کام لیا جا چکا ہے جن میں سے اکثر اصحاب نے نیم اعزازی طور پر اور بہت کم اصحاب نے اعزازی طور پر کام کیا۔ ترتیب لغت کے علاوہ بورڈ نے حکومت کی اجازت سے بہت محدود پیمانے پر نایاب یا کمیاب کتابوں کی اشاعت کا کام بھی سنبھالا۔ اس سلسلے کی تازہ ترین مطبوعات میں "رسوم دہلی" از مولوی سید احمد مولف "فرہنگ آصفیہ" (مرتبہ یوسف بخاری) اور مولانا آزاد کی درسی کتابوں کا سلسلہ (اردو کی پہلی تا چوتھی کتاب) شامل ہے۔ "مخاورہ نامہ رنگین" بیجاپوری مرتبہ چاند حسین شیخ اور دیوان زادہ حاتم مرتبہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی طباعت کے لیے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ فرانسیسی کے ذریعہ اردو سکھانے کے لیے اردو فرنچ پرائمر مرتبہ پروفیسر رحمت علی (پیرس یونی ورسٹی) اس وقت زیر طبع ہے۔

لغت کی اعزازی مجلس ادارت کا اجلاس ۲۰ جون سے ۵ جولائی ۱۹۶۳ء تک منعقد ہوا جس میں مقامی ارکان کے علاوہ ڈاکٹر عندلیب شادانی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اور پروفیسر طاہر فاروقی نے شرکت فرمائی۔ ایک اور دس روزہ اجلاس ۲ … سے منعقد ہو گا۔

(شان الحق حقی ممبر سکریٹری (اعزازی))

ڈاکٹر احراز نقوی کے اعزاز میں ادبی نشست

لکھنؤ ۹ جولائی۔ اردو کے ناقد اور محقق ڈاکٹر نقوی کی یہاں آمد کے موقع پر لکھنؤ کے ادیبوں کی جانب سے ان کے اعزاز میں ایک ادبی نشست کی گئی۔

ڈاکٹر احراز نقوی نے اردو کے موجودہ مسائل اور رجحانات کے بارے میں فکر انگیز خیالات کا اظہار کرتے ہوئے سامعین کی جانب سے پوچھے جانے والے مختلف سوالات کے جواب دیے۔

پروگرام کے مطابق ادبی نشست کے دوسرے دور میں جسٹس پنڈت آنند نرائن ملا نے اپنے کلام اور فن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

آفتاب احمد کنوینر (ادبی نشست)

اردو ہندی نتیجے میں حیرت انگیز مطابقت

الٰہ آباد ۲۲ جون۔ ہندی بولنے والے صوبہ یوپی میں ہائی اسکول کے امتحان کے نتائج کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ مراٹھی، گجراتی، کنڑی اور اڑیا زبانوں میں سو فی صدی طلبا کامیاب ہوئے۔

دوسری زبانوں میں امتحان پاس کرنے کا اوسط یہ ہے:
سندھی ۸۰ فی صدی، بنگالی ۹۳ اعشاریہ چھ فی صدی، پنجابی بحروف گورمکھی ۹۳ فی صدی، اردو ۸۸ اعشاریہ ۲ فی صدی، ہندی ۸۸ اعشاریہ ۲ فی صدی۔

غیر ملکی زبانوں میں کامیابی کا سب سے اچھا اوسط روسی زبان کا ہے جس میں سو فی صدی کامیابی رہی۔ انگریزی میں ۸۰ اعشاریہ تین فی صدی اور جرمن میں ۹۳ اعشاریہ ۰۰ فی صد لڑکے کامیاب ہوئے۔ (قومی آواز)

ادارۂ ادبیات اردو

ادارۂ ادبیات کی ایک فہرست مطبوعات جلد سوم شائع ہو چکی ہے اس میں تقریباً تین ہزار کتابوں کا ذکر ہے۔ اس فہرست میں کئی ایسی مطبوعات شامل ہیں جو نایاب ہو چکی ہیں۔ آج بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ انجینیرنگ کالج رڑکی کا اپنا ایک پریس تھا، جہاں فن انجینیری پر انگریزی سے اردو میں کتابیں ترجمہ کی جاتی تھیں، اور اپنے طلبا کے استفادے کی خاطر انھیں شایع کیا جاتا تھا۔ ترجمہ کرنے والے کالج کے اساتذہ تھے جن میں چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: شنبھو داس، منوہر لال، کنھیا لال، اور شیخ مینجا۔ ان حضرات نے ڈکار تھم، حساب، الجبرا، ہندسہ، مساحت وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر کتابیں ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہیں اور اس فہرست میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی ایسی مطبوعات ہیں جو آج نایاب ہو چکی ہیں۔ (سب رس)

اورنگ زیب کے سکوں میں دیوتا کی تصویر

لکھنؤ کے عجائب خانے اورنگ زیب عہد کے ایسے دو سکے ملے ہیں جن پر ایک ہندو دیوتا کی تصویر کندہ ہے۔ یہ دونوں سکے بیجاپور ٹکسال سے ڈھالے گئے۔ ان پر ۱۱۱۱ ہجری مطابق ۱۶۹۹ء کی تاریخ لکھی ہوئی ہے ان دونوں سکوں پر ٹکسال کا نام اور ڈھلائی کی تاریخ بھی موجود ہے۔ ایک طرف شہنشاہ اورنگ زیب کا نام ہے اور ایک چھوٹا سا نشان ہے جو آتشی شیشے کی مدد سے دیکھنے پر ایک ہندو دیوتا و فرادیو کی تصویر معلوم دیتی ہے۔ وشنو یا دیوتا کو جو مہاراشٹر اور جنوبی ہند میں پوجا جاتا ہے، شولاپور کے ایک مندر میں اس کی مورتی بھی رکھی ہوئی ہے۔

"شام غالب" ایک نئے انداز سے

بنارس میں وسط جون کی ایک شام کو غالب اکاڈمی نے گنگا میں ایک بجرے میں بڑی دھوم سے شام غالب منائی۔

اردو کے شعرا نے اپنی نظموں کے ذریعہ مرزا کو خراج عقیدت پیش

مراسلات

انجمن تعمیر اردو میں منشا صاحب کی تقریر

آپ کے اخبار مورخہ ۸ جولائی ۱۹۶۲ء کے صفحہ ۹ پر انجمن تعمیر اردو دلی کے جلسے کی ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس جلسے کی صدارت ناگپور یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کے لکچرار جناب محمد منشاء الرحمٰن خاں منشا نے فرمائی تھی۔ صاحب موصوف نے اپنی صدارتی تقریر میں حکومت مہاراشٹر کے اردو سے متعلق جس "مستحسن رویّہ اور امداد" کا ذکر فرمایا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت مہاراشٹر بالخصوص ودربھ مہاودیالیہ نے جس کے منشا صاحب متعلق ہیں اردو سے متعلق ہر مستحسن اقدام اور قابل ذکر امداد کو یک لخت ختم کر دیا ہے۔ اس وقت میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ صرف منشا صاحب سے اتنا ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے اس ودیالیہ نے اپنے رسالے کا اردو سیکشن کیوں ختم کرایا؟ اس ودیالیہ کے اردو کے لکچرار اردو سے متعلق اجتماعات میں کیوں شریک نہیں ہو سکتے؟

جہاں تک حکومت مہاراشٹر کی تعلیمی پالیسی کا تعلق ہے اس کا میں جائزہ لے رہا ہوں۔ اب تک جو باتیں علم میں آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ودربھ کی بہت سی ضلع پریشدوں نے اپنے یہاں کے اکثر اردو کے اسکول بند کر دیے ہیں جن جن مقامات کے اردو اسکول بند کیے گئے ہیں وہاں اردو پڑھنے والوں کی تعداد قانون کے مطابق چالیس سے زیادہ ہی تھی۔ یہ ہوا حکومت مہاراشٹر کا مستحسن اقدام اور اب امداد کا حال سنیے حکومت مہاراشٹر کے سوشل ویلفیئر بورڈ نے ودربھ کے ایک ممتاز اور کہنہ مشق شاعر کو جو ہر طرح امداد کا مستحق ہے امداد دینے سے انکار کر دیا جب کہ ودربھ میں ہندی اور مرہٹی کے بہت سے فن کاروں کو امداد دی جا رہی ہے۔ اسی طرح ودربھ کے واحد ادبی ماہنامے "خیال" کو مسلسل کوششوں کے باوجود سرکاری فہرست میں شامل کرنا عبث سمجھا گیا جب کہ وہ پانچ سال سے جاری نکل رہا تھا اور اسی کے مقابلے میں ہندی اور مرہٹی کے ان رسائل کو جو صرف چند ماہ پہلے جاری ہوئے سرکاری اشتہارات ملنے لگے۔

کیا منشا صاحب ان ہی حقائق کے پیش نظر حکومت مہاراشٹر کے مستحسن اقدامات اور امداد کی تعریف فرما رہے ہیں یا کچھ اور ہی منشا پیش نظر ہے!

فیض انصاری سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) ودربھ، ناگپور

چند باتیں

۱۔ مژدہ ہے کہ رسالہ سائنس دوبارہ جاری کیا جا رہا ہے

بعد مدت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش

خدا کرے جاری ہو اور خوب آب و تاب سے جاری ہو۔ درخواست ہے کہ اسے مشہور انگریزی رسالے POPULAR SCIENCE کے ڈھنگ پر ہونا چاہیئے، قیمت کم سے کم اور چھپائی ٹائپ کی پہلی سٹی بڑے پیمانے پر ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ طلبا خریدار بن جائیں۔

۲۔ ایڈیٹر کا مشورہ ہے کہ "خورشید الاسلام" کو "خورشید اسلام" اور "اختر الایمان" کو "اختر ایمان" لکھا جائے، لیکن میں کہتا ہوں کہ آخر عربی ترکیب ہی کو نکال باہر کرنے میں کیا حرج ہے؟ اس قسم کے نام رکھنے ہوں تو فارسی اضافت کے ساتھ رکھیے:-

خورشید اسلام، اختر ایمان، عبد رشید

اور اگر عبارت زیادہ ہو تو اس اضافت کو بھی نکال باہر کیجیے مفہوم اس طرح بھی ادا ہو جائے گا۔

۳۔ ہمارے لوگوں کی اردو تحریر تو بھی بڑی بدنما ہوتی ہے رنبیر وبینک کو چاہیے کہ کتابت نہ کرا کر ٹائپ استعمال کرے۔ ہمدرد دواخانہ کو یہ چند ترکیب استعمال ٹائپ میں چھپوانے چاہئیں۔

۴۔ ہمارے بعض رسالوں، پرچوں میں بڑے گندے، واہیات اور فحش اشتہارات نکلتے ہیں۔ ان کا بند ہونا ضروری ہے۔ ہماری صحافت پاک صاف رہنی چاہیے۔

(خاکپائے خادمانِ اردو، اقبال کرشن)

اردو کو یوپی کی تیسری زبان تسلیم کیا جائے

میں جناب والا کی توجہ "ہماری زبان" مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۲ء کی خبر بہ عنوان "اردو کو یو۔پی کی تیسری زبان تسلیم کیا جائے" میں ناموں کی دو غلطیوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ (۱) جلسے کے صدر کا نام بابو شیو ناتھ پرشاد اور (۲) کنوینر کا نام محمد ضمیر عالم ہے (ضمیر عالم)

انجمن تعمیر اردو دہلی

جنرل سکریٹری صاحب انجمن تعمیر اردو دلی اطلاع دیتے ہیں کہ گزشتہ چار ہفتوں اتوار ۲۳، ۳۰ جون اور ۷، ۱۴ جولائی میں حسب معمول چار ادبی جلسے انجمن مذکور کے زیر اہتمام کامیابی سے انجام پائے۔ بعض وجوہ سے ہفتہ وار تفصیلی رپورٹ نہیں دی جا سکی۔

آگرہ میں غالب کی یادگاریں محفوظ ہیں

نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں غالب آگرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے نام پر شہر میں ۲ محلے ہیں اور دونوں بے حد گنجان آباد ہیں۔ ایک کا نام بڑا غالب پورہ اور دوسرے کا نام چھوٹا غالب پورہ ہے۔ بڑا غالب پورہ اس تاریخی مکان کے پاس ہے جہاں مرزا غالب پیدا ہوئے تھے۔ اس کا نام کالا محل ہے۔ کالا محل اگرچہ محکمۂ آثار قدیمہ کے تحت محفوظ عمارت نہیں ہے لیکن یہ آثار قدیمہ کی تحویل میں بہت سی عمارتوں سے زیادہ اچھی حالت میں ہے۔ اس محل میں لڑکیوں کا ایک اسکول ہے جہاں ہر سال بزم غالب کے زیر انتظام "مرزا نوشہ" کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے اور مشاعرہ ہوتا ہے۔

کالا محل کسی زمانے میں جودھ پور کے راجا گج سنگھ بلد راجا سورج سنگھ کی حویلی تھی جو اکبر کے ساتھ گجرات کی مہم میں شریک تھے۔ غالب کے سپاہی پیشہ والد مرزا عبد اللہ بیگ اسی حویلی میں رہتے تھے اور مرزا غالب یہیں پیدا ہوئے اور یہیں اپنے چچا مرزا نصر اللہ بیگ کی تربیت میں پلے بڑھے۔ مرزا غالب کے والد جب وہ پانچ برس کے تھے یعنی ۱۸۰۲ء میں جنگ میں مارے گئے تھے۔

غالب نے اپنے آگرہ کے قیام کے دنوں کا تذکرہ بڑے چاؤ سے کیا ہے۔ رات کے وقت وہ کالا محل کے پھاٹک کے اوپر کے کمرے میں بیٹھتے جہاں شطرنج کھیلتے اور شاہد و شراب کی باتیں کرتے۔ دن میں وہ بنارس کے راجا چیت سنگھ کے لڑکے بلونت سنگھ کے ساتھ پتنگ اڑاتے۔ بلونت سنگھ بھی اردو فارسی کے اچھے شعرا میں تھے۔

(قومی آواز)

چند ضروری باتیں

۲۵ جون ۱۹۹۳ء کا شمارہ نمبر ۱۲ ملا۔ پڑھ کر بے حد خوشی محسوس ہوئی۔ اس میں اردو رسم خط اور املا کی اصلاح کے بارے میں جو تجویز پیش کی ہیں واقعی میں ایسے مضمون کی ضرورت تھی۔ اور اصلاحوں کی بہت گنجائش ہے۔ اردو زبان میں ایک ایسی ڈکشنری کی ضرورت ہے جس میں تلفظ ہوں۔ تین زبانوں کے فارمولے کو جو رائج کیا جا رہا ہے اس میں اردو کے لیے کوشش کرنی چاہیے کیوں کہ ہندوستان میں تقریباً ہر صوبہ میں (یو۔پی، پنجاب، جموں اور کشمیر، ہماچل) کو چھوڑ کر بیس فی صدی آبادی اردو داں ہے اور مندرجہ بالا صوبوں میں اسی فی صدی آبادی اردو لکھ، پڑھ اور سمجھ سکتی ہے۔ پنجاب کا دوڑا، کھتری، سکھ، کرسچین، ہندو، مسلمان، براہمن، ہریجن وغیرہ چاہے وہ امرتسر کا ہو چاہے وہ جالندھر کا۔ کلو کا ہو شملہ کا ہو ایک کا ہو (پرانی نسل سے ہونا چاہیے) اردو سے بخوبی واقف ہوگا۔

(مہابیر پرشاد متل شاد)

صاحب گنج میں اردو تعلیم کی دشواریاں

صاحب گنج ضلع سنتھال پرگنہ میں اردو تعلیم کے مسئلے پر بے توجہی و غفلت برتی جا رہی ہے۔

میونسپلٹی کے ماتحت ایک گرلز مڈل اسکول میں اردو طالبات کی کافی تعداد ہونے کے باوجود ابھی تک اردو ٹیچر کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ بار بار توجہ دلانے پر بھی نتیجہ صفر کے برابر ہے۔ نیز گرلز ہائی اسکول میں بھی اردو طالبات کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم پر کافی اثر پڑ رہا ہے۔ مقامی مڈ وائی ہائی اسکول کا بھی سلوک اچھا نہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اسکول کمیٹی اردو ٹیچر کا خرچ برداشت نہیں کر سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس اسکول میں اردو طلبا کی تعداد بہت گھٹ گئی۔ پیلیک ہائی اسکول میں اردو طلبا کی تعداد کثیر ہے جہاں صرف ایک اردو ٹیچر ہے وہ بھی برائے نام، بار بار یاد دہانی کرائی گئی مگر اب تک کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔

تعلیمی شعبہ میں جب اردو کے ساتھ یہ حال ہو تو زندگی کے دوسرے شعبوں میں اردو کا کیا حال ہوگا۔

(محمد عطاء الدین بحوالہ آزاد ہند)

خاص مشاعرے

جناب محمد ابو تراب قمر واحدی نے مطلع فرمایا ہے کہ بہ پیش نظر علم و ادب شعر و سخن کا مرکز بنانے کی خصوصیت برقرار رکھنے کی غرض سے تاریخ ۱۴ جون ۱۹۹۳ء کو بروز یکشنبہ بوقت ۱۱ بجے دن حسب ذیل شعرا (تخلص بہ ترتیب حروف تہجی ہیں) ہمدرد دواخانہ بے پور میں جمع ہوئے۔

آرزو۔ اختر۔ اکمل۔ بے تاب۔ پارسا۔ جگر۔ سخن۔ شاغل۔ شیدا۔ صبا۔ عشق۔ عطا۔ فارغ۔ قمر۔ واقف۔

بعد مشورہ بالاتفاق قرار پایا کہ حسب ذیل طریق کے مخصوص ماہانہ مشاعرے جاری کیے جائیں۔ جن کا مقصد زبان و ادب کی خدمت کے علاوہ اتحاد و ارتباط کی وسعت اور مسابقت کی ادبی کوشش بھی نیز وقت کی کفایت بھی۔ اس طرح کہ بجائے مصرع طرح حسب ذیل مطلع طرح کیا جاتا ہے:

اُٹھتے وہ شکوے کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ — بے طاقتی کے طعنے ہیں عذر جفا کے ساتھ

مشاعرے میں شریک ہونے والے شعرا اپنے مطلع انہیں قوافی میں اسی ترتیب سے کہیں گے۔ "ردیف کے ساتھ" پوری غزل صرف پانچ شعر کی ہوگی۔ باقی تین اشعار اور مقطع کے لیے حسب ذیل قوافی مخصوص ہیں:

شعر اول قافیہ دعا۔ شعر دوم قافیہ وفا۔ شعر سوم قافیہ خطا۔ مقطع قافیہ خدا۔

پانچ شعر سے زائد یا کسی دوسرے قافیہ کا شعر پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی نیز وہی مدعو شعرا اپنا کلام سنائیں گے جو مشاعرہ شروع ہونے تک تشریف لے آئیں گے۔ صدر مشاعرہ کوئی نہ ہوگا۔ ایسے مشاعرے ہر ماہ مختلف مقامات پر ہوا کریں گے۔ مشاعرے کے مصارف وہی شاعر برداشت کرے گا جس کے مکان پر مشاعرہ ہوگا اور بزم سادہ طریق پر ہوگی تاکہ ہر شخص بآسانی منعقد کر سکے۔ آئندہ ہر مشاعرہ کی تاریخ و طرح اور مقام کا اعلان ختم مشاعرہ پر کر دیا جائے گا۔ دعوت نامے جاری نہ ہوں گے۔ اہل ذوق اپنے احباب کو ہر شاعر خود دعوت شرکت دیا کرے گا۔ ان مشاعروں کی روداد بشکل گلدستہ ہر ماہ طبع ہو کر تقسیم ہوا کرے گا جس کے لیے فی الحال مبلغ دو روپیہ تک ہر مدعو شاعر بخوشی چندہ ادا کرے گا۔

سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اردو راجستھان

(جو ریاستی انجمن کے اجلاس منعقدہ ۲۳ر جون ۱۹۶۳ء میں پڑھی گئی)

تمہید انجمن ہذا کی پہلی سہ سالہ رپورٹ کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے اور دوسری اخبار ہماری زبان ۱۵ و ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء میں۔ اب یہ یک سالہ رپورٹ ابتدائے یکم اپریل ۱۹۶۲ء تا نہایت ۳۱ اپریل ۱۹۶۳ء پیش کی جا رہی ہے۔ البتہ بعض ضروری و اہم معاملات کا حال بغرض مکمل معلومات تا تاریخ امروزہ عرض کیا جاتا ہے۔

تعلیم انجمن ہذا کے پیش نظر بحالت موجودہ اولین و اہم مسئلہ تعلیم اردو کا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جہاں تک حکومت راجستھان کے احکام جاری کرنے کا تعلق ہے انجمن کی سعی مشکور رہی ہے اور حکومت ایک حد تک اپنے فرض سے سبکدوش، مگر تعمیل کے لحاظ سے انجمن کے واسطے یہ عقدہ بدستور لاینحل بنا ہوا ہے اور حکومت کا فرض عمل ہنوز باقی! اس لیے کہ پرائمری درجوں میں تیسرے تا غایت درجہ چوتھے تک صرف اردو کی ریڈریں پڑھائی جاتی ہیں، اور وہ بھی سب جگہ نہیں۔ باقی مضامین کی کتابیں کہیں بھی نہیں۔ بلکہ نہ کتابیں نامزد ہیں، نہ سلیبس میں ان کا ذکر ہے، نہ اردو کے ٹیچروں کا خاطر خواہ انتظام ہے، نہ اردو کو ذریعۂ تعلیم بنایا گیا ہے۔

وجوہ عدم تعمیل اس عدم تعمیل کی صرف دو وجہ ہیں:۔

اول۔ یہ کہ بیشتر ماتحت ملازمان محکمۂ تعلیم مثل ہیڈ ماسٹر، اے ایس۔ ڈی۔ آئی اور کچھ ان سے اوپر کے افسر بھی نیز پنچایتوں اور کمیٹیوں کے عہدیدار۔ حکومت کے احکام کی تعمیل نہ کرنے میں بہت دلیر ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ موجودہ زمانے میں عدول حکمی کوئی جرم نہیں۔

تعلیم کی بابت راجستھان حکومت کا بالکل صاف حکم ہے کہ جہاں کسی پرائمری کلاس یعنی درجہ اول سے پانچویں تک کسی ایک کلاس میں دس یا پورے اسکول میں چالیس طلبا (طالبات) مادری زبان کے ہوں گے ان کی مادری زبان کے ذریعہ مادری زبان کی تعلیم دی جائے گی۔ مگر مثال کے طور پر قصبہ نرائنہ کی ایک ڈھانی کا اسکول بتایا جا سکتا ہے جس میں چالیس سے زیادہ طلبا کئی برس سے چلے آ رہے ہیں، اور ان کے سرپرست برابر درخواستیں دے رہے ہیں۔ بڑے افسروں سے مل رہے ہیں مگر چونکہ وہاں اے ایس۔ ڈی۔ آئی اور بی۔ ڈی۔ او اردو جاری کرنا نہیں چاہتے اس لیے وہ گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے اور یہ حقیقت ہے کہ ان کی نامزد شکایت کرنے پر بھی ان کو کوئی چشم نمائی تک نہیں ہوتی۔ اسی سے دیگر مقامات کے حالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

دوم۔ خود اردو والوں کی بے حسی، غفلت، بے علمی اور ناعاقبت اندیشی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس طرح کہ وہ صرف افسروں کے رحم و کرم یا دوسروں کی کوشش یا دہی یا بے بسی یا عدم صلاحیت کار یا ضیع الوقتی کا شکار ہیں۔

مذکورالصدر حکم کی نقول مع حوالہ تاریخ دفتر انجمن ہذا کتابچہ، پوسٹر، ہینڈبل اور گشتیوں کے ذریعہ بار بار شائع کر چکی۔ اخبارات میں طبع کرا چکی۔ مختلف اجتماعات میں اعلان کر چکی۔ مگر یقیناً بعض صاحبان نے نہ پڑھا اور سنا ہی نہیں بعض پڑھ کر یا سن کر بھول چکے۔ کچھ لوگ یقین کامل کے ساتھ اردو سے مایوس و بے نیاز ہیں۔ کچھ صاحبان کبھی کبھار ان احکام کی نقل تو طلب کرتے ہیں مگر اس کی غرض اور نتیجے سے اطلاع تک دینے کی تکلیف نہیں فرماتے۔

یہی وجہ ہے کہ انجمن ہذا نے بار بار دیے گوشوارے طلب کیے کہ جن پرائمری اسکولوں میں گورنمنٹ کی منظور کردہ تعداد طلبا پوری ہے اور وہاں اردو کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے اس کی تفصیل مقررہ فارم پر بھیجیں۔ مگر زیادہ تر مقامات سے تعمیل کی امید تک نہ تھی۔ صرف چند مقام ایسے ہیں جہاں کے لوگ مسلسل جد و جہد کر رہے ہیں اس لیے یقین ہے کہ وہ کامیاب ہوں گے۔

تعلیم کے سلسلہ میں حسب ذیل شکایات بھی بدستور باقی ہیں:۔

چند شکایات (الف) جہاں اردو پڑھنے والے طلبا بھی تھے اور اردو پڑھانے والے ٹیچر بھی، وہاں سے ٹیچروں کو تو ایسی جگہ بدل دیا گیا جہاں اردو کا کوئی طالب علم نہیں، اور اردو والوں کے لیے ایسے ماسٹر مقرر کیے گئے جو خود بھی اردو نہیں جانتے۔ یہ ہے خوش نظمی اہل حکومت۔

(ب) یہ شکایات بھی سننے میں آ رہی ہیں کہ بعض ہیڈ ماسٹر تک طلبا کے سرپرستوں کو بہکا دیتے ہیں کہ اردو پڑھنے سے نقصان اٹھائیں گے اور کچھ اے ایس۔ ڈی۔ آئی نے ہیڈ ماسٹروں کو یہ گر بھی بتائے ہیں کہ وہ طلبا کے سرپرستوں سے لکھوا لیں کہ ہم اردو پڑھوانا نہیں چاہتے۔ یا کسی کلاس میں دس یا پورے اسکول میں چالیس طلبا ہونے ہی نہ دیں۔

(ج) نصاب کی کتابوں کی دستیابی کا کوئی انتظام اب تک نہیں کیا گیا اور نہ وقتی طور پر کیا جا رہا ہے۔

ان تمام مشکلات اور حوصلہ شکن حالات کے باوجود انجمن ہذا مایوس نہیں ہے بلکہ حکومت وقت اور اعلیٰ عہدہ داران محکمۂ تعلیم سے نیک اور مفید توقعات رکھتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی وقتاً فوقتاً خط و کتابت کا جائزہ لیا جائے تو اس عرصہ میں سال گزشتہ سے زیادہ چٹھیاں بھیجی گئی ہیں۔ جواب اور جواب در جواب کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔

وفد بخدمت ایجوکیشن منسٹر صاحب اسی سلسلہ میں ایک وفد بخدمت ایجوکیشن منسٹر صاحب راجستھان بھی حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات زبانی و تحریری عرض کیے جن کے باعث احکام حکومت کی تعمیل نہیں ہو رہی ہے۔ نیز ایسے ۲۰ پرائمری اسکولوں اور ۹ مڈل اسکولوں کی فہرست بھی پیش کی جن میں منظور شدہ تعداد طلبا ہے مگر کسی طور پر تعلیم اردو کا انتظام نہیں۔ اس کے علاوہ

وفد بخدمت اسسٹنٹ کمشنر لسانی اقلیات انجمن ہذا نے وقتاً فوقتاً بالواسطہ بھی لسانی اقلیاتی کمشنر صاحب (الہ آباد) کی خدمت میں یہ حالات عرض کیے اور مرکزی انجمن کے توسط سے بھی عرض کرائے۔ چنانچہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۲ء کو اسسٹنٹ کمشنر صاحب جے پور تشریف لائے اور ان سے انجمن ہذا کا وفد ملا جس میں ریاستی شاخ کے اراکین کے علاوہ ٹونک، نرائنہ، بگرو، بانسی اور [illegible] انجمنوں کی متعلقہ شاخوں کے نمائندگان بھی شریک تھے۔ ہر معاملہ پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اسپیشل آفیسر صاحب برائے لسانی اقلیات راجستھان بھی شریک تھے اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر صاحب کے بجائے ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب بھی۔ وفد مذکور نے تمام شواہد پیش کیے اور ایک مبسوط گوشوارہ بھی ۲۳ پرائمری اسکولوں کا پیش کیا جن میں حکومت کے مقرر کردہ شرط کے متعلق تعداد طلبا پوری ہے مگر [illegible] اردو کا انتظام نہیں۔

نارمن میسی

مختصر نویسی کے چار سو سال

مختصر نویسی (شارٹ ہینڈ) پر انگریزی میں پہلی کتاب ۱۵۸۸ء میں شایع ہوئی تھی اور مختصر نویسی کے اول سسٹم کے موجد ڈاکٹر ٹیماتھی برائٹ تھے۔ اس کے بعد مختصر نویسی کے دیگر طریقے بھی ایجاد ہوئے لیکن سب سے زیادہ مقبولیت سر آئزک پٹ مین کے سسٹم کو حاصل ہوئی۔ سر آئزک ڈاکٹر برائٹ کی کتاب کی اشاعت کے ۲۲۵ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ چھوٹی عمر ہی میں وہ فن مختصر نویسی سے دلچسپی لینے لگے تھے۔ انھوں نے سیموئیل ٹیلر کا سسٹم اپنایا جو کہ ۱۷۸۶ء میں ایجاد ہوا تھا۔ مختصر نویسی کے صوتی نظام (آواز کے مطابق) کو فروغ دینے کے کام سے ان کو بہت دلچسپی تھی۔

۱۸۳۷ء میں انھوں نے مختصر نویسی کا اپنا سسٹم ایجاد کیا جو کہ آواز پر مبنی تھا۔ اس سسٹم کا نام انھوں نے "اسٹینو گرافک ساؤنڈ ہینڈ" رکھا۔ صوتی نظاموں کے ارتقا میں یہ سسٹم سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا۔ تین سال بعد موجودہ پٹ مین شارٹ ہینڈ کی ابتدا ہوئی۔ پٹ مین کا انتقال ۱۸۹۲ء میں انگلستان میں ہوا تھا۔

ڈاکٹر برائٹ اور سر آئزک پٹ مین کے درمیانی عرصے میں فن مختصر نویسی کے کئی اور سسٹم بھی ایجاد ہوئے اور کئی موجدوں نے اس فن کو ترقی دینے میں اپنا پارٹ ادا کیا۔ ان میں ولیم میسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ مختصر نویسی کے فن کو بہتر بنانے کے کام میں انتھک واقع ہوئے تھے۔ ۱۶۸۲ء اور ۱۷۰۷ء کے درمیان انھوں نے مختصر نویسی پر تین الگ کتابیں لکھیں۔ ان کا ایجاد کیا ہوا ایک سسٹم اپنے زمانہ میں بہت مقبول ثابت ہوا۔ ان کے سسٹم کو تھامس گرنی نے اپنایا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ لندن کی فوجداری مرکزی عدالت "اولڈ بیلی" میں پہلے سرکاری مختصر نویس تھے۔ ۱۸ ویں صدی میں جان بائروم اور جیمز ویسٹن نے مختصر نویسی کے نئے سسٹم ایجاد کیے۔ ان میں بہت زیادہ رقابت پائی جاتی تھی۔ اپنے اپنے سسٹم کی تعریف کرتے وقت وہ معقولیت کی تمام حدود سے بڑھ جاتے تھے۔ اخباروں میں بھی وہ ایک دوسرے کے خلاف لکھا کرتے تھے۔

مختصر نویسی اور ڈکنز

یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مشہور برطانوی مصنف چارلس ڈکنز مختصر نویسی کے ماہر اور مانے ہوئے رپورٹر تھے۔ انھوں نے یہ فن ۱۵ سال کی عمر میں سیکھا۔ ناولسٹ کے طور پر شہرت پانے سے قبل وہ اپنے وقت کے نہایت اعلیٰ پایہ کے رپورٹر تھے۔ انھوں نے مختصر نویسی کا گرنی سسٹم سیکھا تھا اور وہ پارلیمنٹری رپورٹر بن گئے تھے۔ وہ عدالتوں میں پیش ہونے والے مقدمات کی رپورٹنگ بھی کیا کرتے تھے۔ ان کی مختصر نویسی کے بعض نمونے لندن کی ایک نمائش میں پیش کیے گئے تھے۔

مختصر نویسی اور برنارڈ شا

یہ تو معلوم نہیں کہ آج کل کتنے مصنفین مختصر نویسی سے کام لیتے ہیں لیکن برنارڈ شا نے اپنے بعض ڈراموں کے مسودے تیار کرتے وقت اس فن کو ضرور استعمال کیا تھا۔

مشاعرہ مرزا محمد تقی ہوس

(صفحہ اول سے آگے)

فرخ شاگرد ناسخ عمر ۳۰ سال (۸ شعر) مطلع:-

مرے آگے نہ اے قاتل علم کر تیغ دشمن پر
مجھی کو قتل کر تو خون میرا میری گردن پر

خود ناسخ کے دیوان اول میں اس زمین میں ایک طویل غزل موجود ہے:-

نہیں ہے سبزۂ خط عارض محبوب پرفن پر
ہوئے ہیں جمع پروانے یہ آکر شمع روشن پر

مصحفی نے بھی غزل کہی تھی خود آپ نے پانچ شعر انھوں نے نقل کیے ہیں:-

زبان نازکش کس کی ہوئی تھی گرم شیون پر
گداز موم کا عالم نظر آتا ہے آہن پر

ریاض الفصحا کا زمانہ تالیف ۱۲۲۱ھ تا ۱۲۳۶ھ ہے ناسخ کا پہلا دیوان ۱۲۳۲ھ میں مرتب ہوا۔ مولوی عبدالقادر حبیب رامپوری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۲۹ھ میں ناسخ کی شاعری ترقی پر تھی۔ مصحفی تحریر حالات کے وقت ہوس کی عمر چالیس سے زیادہ بتاتے ہیں گویا ۱۲۳۲ھ کے کچھ بعد ہوس کا ذکر لکھ رہے تھے، اس سے پہلے مشاعرۂ مذکورہ ہو چکا تھا۔ اس مشاعرہ کا زمانہ ۱۲۲۹ھ سے ۱۲۳۲ھ کے درمیان سمجھا جا سکتا ہے۔

لہ ریاض ۲۲۵ کہ ریاض صفحہ ۳۰۔ کہ ریاض ۲۹۳۔ کہ دستور الفصاحت مولفہ احد علی یکتا مرتبہ مولانا امتیاز علی صاحب عرشی مدظلہ (= دستور) دیباچہ شہ آب حیات کا تنقیدی مطالعہ از مسعود حسن رضوی صاحب ۹۴۔ لہ دستور ۱۱۲

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پبلشر نذیر حسن، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا